نجومی راج

مستقبل

فرخ

سہیل گوئندی

01-15-2013

ایک نجومی کی پیش گوئی کے مطابق صدرِمملکت آصف علی زرداری کے لیے 10 جنوری تک پہاڑوں کے قریب رہنا نیک سگون نہیں تھااورانہیں سمندر کے قریب رہنے کامشورہ دیا گیا تھا۔اسی لیے آصف علی زرداری 20دسمبر سے بلاول ہاؤس کراچی میں بیٹھ کرنظامِ مملکت چلارہے ہیں۔ وزیراعظم اوروزرائے کرام بھی زیادہ تر کراچی میں پائے جارہے ہیں۔کتنی ستم ظریفی ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں پرتوہم پرستی کی حکمرانی ہے۔ یہ رجحانات کسی بھی معاشرے کے زوال کی انتہا ہوتے ہیں۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسی توہم پرستی معاشرے کے تمام طبقات میں رچ بس گئی ہے۔ کیاایسے اقدامات جوہم،توہم پرستی کی بنیاد پراٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے کیے گئےفیصلوں کوتبدیل کرسکتے ہیں؟لیکن کتنی حیران کن بات ہے کہ ایوانِ صدر کو بے آباد کرنے والےنجومی نے کس قدر گہری چال چلی ہے۔صرف صدرہی ایوانِ صدر سے غائب نہیں بلکہ اسلام آباد جووفاقی حکومت کامسکن ہے، اپنی وفاقی حکومت سے بھی پوری طرح آبادنظرنہیں آرہا۔اسلام آباد کوآج کل ''بے آباد'' کرنے کے ''عارضی اقدامات'' کوتقویت دینے میں وزیرداخلہ رحمن ملک نے بھی اپنا حصہ ڈال دیا ہے۔ لاہور سے روانہ ہونے والے پُرامن مظاہرے، جس کی قیادت ڈاکٹر طاہرالقادری کررہے ہیں، کا اتنا خوف ہے کہ اسلام آباد کی مختلف شاہراہوں کوکنٹینرز لگا کر بند کردیا گیا ہے۔ اوراس عمل نے پاکستان کے دارالحکومت کو بے آباد کرنے کے ''شان دارعارضی اقدامات'' کردیئے ہیں۔ اسلام آباد میں ان دنوں عجیب Panic ہے، پیٹرول ناپید، شہری ہراساں۔ دوسرے شہروں سے آئے شہری جمعہ کی شب تک واپس اپنے اپنے شہروں جانے کی دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ ہفتہ کی صبح تک اسلام آباد میں ایسے بیشتر شہری اسلام آباد کو خالی کر چکے تھے۔ اور یوں اسلام آباد، ڈاکٹر طاہرالقادری کے خوف سے خالی کیا جاچکا ہے۔ جب 13 جنوری کوڈاکٹر طاہرالقادری کا قافلہ روانہ ہواتو لاہوراورجن راستوں سے ان کے قافلے گزررہے ہیں، وہاں موبائل سروسزجیم کردی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ کوئٹہ کے مظاہرین جواپنے پیاروں کی لاشوں کے ساتھ کوئٹہ میں احتجاج کررہے ہیں اورجن کا مطالبہ ہے کہ بلوچستان میں فوج طلب کی جائے (اوراس وقت بلوچستان مین گورنرراج قائم ہوچکا ہے)، انہی مظاہرین نے کراچی میں عارضی ایوانِ صدر بلاول ہاؤس کے گھیراؤ کا بھی اعلان کردیا اورنجومی کی پیش گوئی کے مطابق صدرِمملکت کا سمندر کنارے قیام کوئی نیک سگون ثابت نہ ہوسکا۔ وہ وہاں بھی ایوانِ صدراسلام آباد کی طرح محبوس ہونے پرمجبور ہوئے اوروزیراعلیٰ سندھ نے اس ''خطرناک صورتِ حال'' کومدنظر رکھتے ہوئے بلاول ہاؤس (عارضی ایوانِ صدر) کے راستے بھی بلاک کردیئے۔

یہ کیسے غیرمحفوظ حکمران ہیں جو بلاک کی گئی سڑکوں کے بعد اپنے ایوانوں میں محبوس ہونے پرمجبور ہورہے ہیں۔ ریڈزون وفاقی اور چاروں صوبائی حکومتوں میں قائم ہیں یعنی ہمارے حکمران ''حفاظتی حصاروں'' میں رہ رہے ہیں تاکہ پُرامن مظاہرین بھی ان تک نہ پہنچ

سکیں۔قتل ہونے والے بے بس عوام سڑکوں پر اپنے اہل خانہ کی لاشیں لیے بیٹھے ہیں اور حکمران ''حصار بند جزیروں'' میں بیٹھے حکومتیں کررہے ہیں۔ یہ کس قدر کمزور (Fragile) حکومتیں ہیں جو پہلے خود کش حملہ آوروں سے غیر محفوظ تھیں اور اب آئینی شقوں کے مطابق عوامی حقوق کا مطالبہ کرنے والوں سے خائف ہیں۔ قطع نظریہ کہ مطالبہ کرنے والا کون ہے، اہم بات یہ ہے کہ وہ پُرامن ہیں اور غیر مسلح، تو خوف کس بات کا۔ کچھ تو ہے کہ اس احتجاج پر پاکستان کے تمام حکمران، جاگیردار، سرمایہ دار، نودولتیے اور اُن کی دولت سے مستفید ہونے والے دانشور اس پُرامن احتجاج کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔ ڈر یہ ہے کہ یہ احتجاج اگر پھیل جاتا ہے تو یقیناً اس آگ سے مصنوعی حکمران طبقات جھلس سکتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہرالقادری کا خفیہ ایجنڈا کیا ہے، اس بارے میں وہ دانشور ہی بہتر جانتے ہیں جو اُن کے پیچھے کسی طاقت کی پشت پناہی کے شک میں گرفتار ہیں۔ لیکن یہ حقیقت تو عیاں ہے کہ وہ جو مطالبات کررہے ہیں، وہ آئینی دائروں اور عوامی حقوق کے زمرے میں آتے ہیں۔ اُن کا جس طرح تمسخر اڑایا جارہا ہے، یہ رویہ بھی ہماری جاگیردارانہ اور ذات پات میں گندھی ثقافت کا آئینہ دار ہے۔ کبھی کسی نے ہمارے حکمرانوں کی حقیقی زندگیوں کو گہرائی سے دیکھا؟ اگر ذرا توجہ دیں تو ان سے بڑے مسخرے کہیں نہیں ملیں گے۔ میں نے ایک ''شہزادے'' کو ایک شادی میں دیکھا کہ ایک شخص دونوں ہاتھوں سے اُن کی پلیٹ پکڑے کھڑا ہے اور وہ ''صوبائی شہزادہ'' دوسرے مہمانوں سے مختلف دیسی مرغ کا پکوان کھا رہا ہے۔ جی ہاں، اسے کہتے ہیں سونے کا نوالہ، جو اپنے ہاتھ سے منہ میں ڈالنے کی بھی زحمت نہیں کرتے اور پھر سیاسی جماعتوں کے جلسوں میں کہا جاتا ہے کہ ''وہ تو سونے کے چمچ سے نوالہ لیتے تھے لیکن عوام کی غربت اور دکھوں کے سبب وہ سیاست میں سرگرمِ عمل ہوئے ہیں۔'' دیسی مرغ کے پکوان کھانے والے یہ شہزادے دوسری طرف برائلر چکن کی قیمتیں کنٹرول کرتے ہیں۔ ہماری جعلی حکمرانوں کی زندگیاں کتنی مزاحیہ ہیں، اگر آپ اس پر توجہ دیں تو یہ ''راز'' کھل جائے گا کہ ہم جس سماج میں رہ رہے ہیں، اس کی باگیں مسخروں کے ہاتھوں میں ہیں اور قسمت کے فیصلوں پر نجومیوں کا راج ہے۔ زارِ روس کا دربار بھی ایسے راسپوٹین کے مشوروں پر چل رہا تھا جیسے ہمارے سیاسی دربار کہ جہاں پر اب سرکاری ملازمین اپنی بیویوں کے ہمراہ شرکت سے گریز کرتے ہیں کہ کہیں کسی افسر کی بیوی کے حسن پر کوئی حکمران اپنا دل نہ دے بیٹھے۔ جب سماج میں دربار مسخروں اور نجومیوں کے زیرِ تسلط آجائیں اور عام انسان قتل وغارت، ناانصافی اور لوٹ مار کا شکار ہوں تو ایسے سماج دراصل حقیقی تبدیلی کا مطالبہ کررہے ہوتے ہیں۔ اور اگر سماج حقیقی تبدیلی برپا کرنے میں بانجھ ہو جائے تو پھر ''بیرونی مسیحا'' وارد ہوتے ہیں۔ اب یہ فیصلہ عوام کو کرنا ہے کہ وہ توتے کی طرح بولنے والے سکرینوں پر چھائے لوگوں کو ''علم وشعور'' کا منبع تصور کرکے حکمرانوں کے جال میں پھنسے رہنا چاہتے ہیں یا وہ اجتماعی شعور (Collective Wisdom) کے ذریعے پاکستان میں حقیقی تبدیلی کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔